

PARHLO PAKISTAN

اب آپ ہر قسم کے ناول ہماری ویب سائٹ
سے مفت حاصل کر سکتے ہیں۔

اس کے علاوہ ہماری ویب سائٹ ناولز رہٹرز کے لئے آفر
بھی دیتی ہے۔ اگر آپ لکھنے کے شائق ہیں تو ہم سے رابطہ
کریں۔ آپ کے ناولز کے علاوہ ناول کے بہترین ہونے
پر آپ کو کیش پرائز بھی دیں گے

ابھی اپنا ناول EMAIL کریں اور اپنے لکھاری ہونے کا فائدہ اٹھائیں۔

WHATSAPP GROUP : 0318-9992829

PARHLO.COM.PK@GMAIL.COM

عمر فاروق حسین

پیر لاؤ



اس کی شادی
اور کچھ اور
س کی شادی

دری تھی
رنگر آچکا تھا
اگر وہ تھا اس
کے چہرے پر

یہ ہے؟

پیارے

اس کو

راے

اس

دہاز

کر

ما

ا

دور پہاڑوں کے عقب میں دھیرے دھیرے
ڈھلتا سورج آسمان سے اٹھنا نارنجی رنگ سمیٹ رہا
تھا۔ پرندے اپنے آشیانوں کو لوٹ رہے تھے۔ ہوا
میں شامل بارش کی نمی بوندیں مٹی میں جذب ہو کر
سونہری سونہری خوشبو پھیلا رہی تھیں۔ ماحول میں
لوگوں کی باتیں، بچوں کی کھلکھلاہٹیں اور کسی بھگتی کوئل
کی کوک ارتعاش پیدا کر رہی تھی۔

اس نے چہرے کے گرد ہوا سے بھرتی لٹوں کو
سمیٹ کر کانوں کے پیچھے اڑسا، متورم آنکھیں پھر گرم
پانی سے بھرنے لگیں۔ اب اس کا چہرہ ان آنسوؤں
سے جلنے لگا تھا۔ سر دروڑے پھٹنے کو تھا۔ دوپٹے کے پلو
سے لگتا ہوا پونچھے کی وجہ سے ناک سرخ ہو رہی تھی۔
سانے لہلہاتے درختوں کے جھنڈ پر نظریں جمائے
اس کا ذہن سن ہو رہا تھا۔

”میرا بھائی تو ایسا ہے کہ ایک دفعہ کہہ دوں کہ
بیوی کو چھوڑ دو تو ایک منٹ نہیں لگائے۔“ کانوں میں
مدیر کا آیا کی پات دار آواز کوئی ہزاروں بار گونجی۔
تجائے گئیں وہ یہ ایک جملہ نہیں بھول پارہی تھی۔
کیسے سبک دلی سے انہوں نے یہ بات کی تھی۔

”ایمی..... ایمی.....“
دقتاً عقب سے آتی آواز پر وہ حال میں لوٹی،
تیزی سے آنکھیں صاف کرتے ہوئے اس نے
نارمل ہونے کی بھرپور ایکٹنگ کی۔
”یار، تم ابھی تک یہاں کھڑی ہو..... ٹھنڈ بڑھ
رہی ہے یہاں، لگتا ہے بارش ہونے والی ہے۔ چلو
اب اندر آ جاؤ۔“

وجدان پھرتی سے ٹیرس کے جنگے پر پھیلے ہادی
اور علیہ کے کپڑے سمیٹنے لگا تھا۔
”ایمن سن رہی ہو.....؟“ اب کے تیز ہوتی
پھوار پر اس نے پھر آواز دی۔
”ہاں وہ بس میں آ رہی تھی۔“ چہرے پر بھرپور
مسکراہٹ لاتے ہوئے اسے پیچھے مڑ کر دیکھا۔
اس کا سنا ہوا چہرہ وجدان کی نظروں سے چھپ

نہ سکا۔

”اتنے دنوں بعد بارش ہوئی ہے۔ دل ہی نہیں
چاہ رہا اندر جانے کا۔“ مراد وہ کچھ پوچھ نہ سکا اس
نے اس کا دھیان ہٹانے کی کوشش کی۔
”اس موسم میں بارش انجوائے کرنا، بیماری کو
دعوت دیتا ہے۔“ وجدان نے چہرے پر پھینکی مٹی کو
ہاتھ سے پونچھتے ہوئے کہا۔
”بھئی کیا ہوا ہے؟“

اس کے پیچھے پیچھے اندر آتے وہ ٹیرس کا دروازہ
بند کرنا نہ بھولا۔ ایمن اس کے سمیٹے گئے کپڑے پاس
پڑی کر سیٹوں پر پھیلائے لگی۔
”مجھے.....؟ مجھے کیا ہوگا؟“ مبہم سا مسکرا کر
ابرواچکاٹی۔

”مجھے لگا تم رورہی ہو۔“ کھڑے کھڑے وہ
بول، اس کا موبائل بجنے لگا۔ تو وہ بات درمیان میں
چھوڑ کر کمرے میں چلا گیا۔
شکر ادا کرتے ہوئے وہ کچن میں آ گئی۔
سرور کی کوئی کھا کر اس نے دوپہر کا کھانا بنانے کا
ارادہ کیا۔ فضول خیالات ذہن سے جھٹکنے کی کوشش

کرتے ہوئے اس نے پہلے کی طرح خود کو تسلیاں
دیں۔
”میں بھی عجیب ہوں۔ اپنے لیے شاپنگ کی
تھی تو ان کے لیے بھی کر سکتی۔“ سر جھٹکتے اس نے
چوہے کی آج تیز کی۔

اسے خود پر غصہ آنے لگا، وہ بہت متحمل مزاج
تھی۔ شادی سے پہلے ماں کی نصیحتوں کو اس نے بھی
بھلا یا نہیں تھا۔ یہ ہی سمجھتی تھیں جن کی بدولت اس
کے گھر میں کوئی بد مزگی نہیں ہوئی تھی۔ ساس سرور تو
حیات نہ تھے۔ لے دیے کے ایک تندگی۔ جہاں تک
بات وجدان اور اس کی تھی۔ ان دونوں کا مزاج بہت
مٹا جاتا تھا۔ وجدان بہت خیال رکھنے والا شوہر تھا۔
اس کی چھوٹی سے چھوٹی خواہش پوری کرتا تھا۔ وہ بھی
اپنی ذمہ داریاں بخوبی نبھاتی تھی۔ وہ جانتی تھی کہ ایمن

انہی کی ضروری ہے اور وہ اس کے مزاج کے خلاف
کوئی چیز برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ اسی لیے اس نے
پہلے سے خیال کر لیا تھا کہ وہ بھی ایسی بات ہونے
والی نہیں دے گی، جس سے اس کی اپنی تندگی کے ساتھ
کوئی ان تین ہوں۔
ہاں وہ اکلوتی تند ہونے کا خوب قائدہ اٹھاتی
تھیں۔ ایمن اور بچوں کی جس چیز پر وہ ہاتھ رکھ دیتی
تھیں وہ بنا کچھ کہے خوش دلی سے انہیں دے دیتی
تھی۔ جو چیز انہیں پسند ہوتی تھی ان کی آمد پر اس کے
علاوہ اور کچھ بن ہی نہیں سکتا تھا۔ ان کا کہیں گھومنے
پھرنے کا پروگرام بنا تو اطلاع انہیں بھی دی جاتی
تھی۔ اسے یاد نہیں تھا کہ کبھی وہ اکیلے اپنے بچوں کے
ہمراہ گھومنے گئے ہوں۔

☆☆☆

آج دوپہر میں جب کسی رشتہ دار کی شادی پر
جانے کے لیے اس نے اپنی پسندیدہ سیاہ ساڑھی نکالی
جو وجدان اس کے لیے لایا تھا تو مدیر کا آپا جھٹ سے
بول اٹھیں۔

”ماشاء اللہ اتنی خوب صورت ساڑھی ہے یہ
کب لی؟ فیکر کبھی بہت عمدہ ہے۔“ ساڑھی کا کپڑا
انگلیوں سے محسوس کرتے ہوئے ان کی نظروں میں
بے پناہ سٹائش تھی۔

”..... وہ وجدان لائے تھے..... انہیں مال
میں پسند آگئی تھی۔“
اس نے کچھ جھپٹتے ہوئے کہا تو مدیر کا آپا کے
تاثرات بدلے۔

”ایک ہمارے شوہر ہیں۔ غلطی سے کبھی خود
کچھ نہیں لائے۔“ مدیر کا جان چڑھ لیتے ہیں۔
حسرت سے کہتے ہوئے انہوں نے اس کی
الماری کا پت کھولا۔
”میں تو بھی کچھ نہیں لائی ولیم میں بیٹنے کے
لیے، اب اتنا سامان کون ساتھ میں لیے، آئے
جائے۔“
ناک سے جیسے کسی اڑاتے ہوئے انہوں نے

الماری میں رکھے کپڑوں کا جائزہ لیا۔
”یہ ساڑھی پہن سکتی، لیکن تم نے تو ابھی پہنی
ہی نہیں ہے، چلو تم کوئی اور جوڑا دے دو۔“
ایمن جو کہ ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے چہرے پر
کلینزر مل رہی تھی ایک دم ان کی جانب پھٹی، جو ایک
الماری کا قفسہ کھلی جائزہ لینے کے بعد اب دوسری کھول
چکی تھیں۔

”ارے آپ ایسی کوئی بات نہیں ہے، آپ پہن
لیں۔ میں پہنوں یا آپ ایک ہی بات ہے۔“
کلینزر کی بوتل ٹیبل پر رکھ کر وہ فوراً آگے آئی،
مدیر کا آپا کچھ بنا سمیر کے بیڈ پر سویا ہوا تھا۔ کئی دفعہ
خیال آیا کہ آیا کا دھیان اس طرف کراوے۔
”ارے نہیں بھئی..... بس تم کچھ بھی دے دو
پہننے کو۔“

”کچھ دیر کی بات ہے ویسے بھی، پھر آ جانا ہے
گھر..... تھوڑی دیر آرام کر رہی ہوں۔ پوری رات
اس شیطان نے سونے نہیں دیا۔“
الماری بند کر کے بیڈ پر آرام کی غرض سے لیٹتے
وہ بولیں۔
”جی ٹھیک ہے..... میں باہر چلی جاتی ہوں۔“

شاعری

عاشق و معشوق

لیٹ = 350/300

32735021 فون نمبر

37 - اردو بازار لاہور

ورنہ بچے بھی یہاں آجائیں گے۔“ خدشا کی نظروں سے احمد کو دیکھتے ہوئے وہ کمرے سے باہر نکل گئی۔
رات کو جانے سے پہلے مدیحہ آپا نے آخر دل کی بات کہہ دی۔
”چلو تم کچھ اور ہمیں لو میں یہ ساڑھی پہن لوں گی۔ کبھی پہنی نہیں ہے۔ بڑا دل چاہ رہا ہے میرا۔“
احمد کو دواش روم لے جاتے انہوں نے دوستانہ نچھڑا دیا۔

”میں بھی یہی کہہ رہی تھی۔ ایک دفعہ پہننے سے کچھ ہوتا تھوڑی ہے۔“ زبردستی چہرے پر مسکراہٹ بجاتے ہوئے وہ بولی۔ اس نے سوچا تھا وجدان آئے گا تو وہ ساڑھی میں اس کا استقبال کرے گی۔ اسے آپا کے مزاج کا پتا تھا۔ چھوٹی سی بات پر ان کی ناراضی کتنی کی دن رہتی تھی، تب ہی اس نے ان کے سامنے کوئی چول چرا نہیں کی تھی۔

ماں کی بات وہ دل سے لگائے بیٹھی تھی۔ رخصتی سے پہلے کمر میں اٹھتے بیٹھتے وہ مسلسل اسے کہتی رہیں۔

”بیٹا! سسرال میں خود کو مٹی کرنا پڑتا ہے۔ اپنی خواہشات کا گلا گھونٹنا پڑتا ہے۔ جب جائے کہیں مقام بنتا ہے۔ خیال رکھنا کہ کوئی تم سے ناراض نہ ہو پائے۔ اپنی طرف سے غلطی کی کوئی گنجائش نہیں رہنے دینا۔ دوسروں کی خوشی میں ہی تمہاری خوشی ہے۔“ اور وہ یہی کہتی آتی تھی۔ تب ہی وہ خوش تھی۔

ولیسے کے فتنشمن سے آنے کے بعد جب وہ بیڈ پر بیٹھنے لگی تو ایک دم اچھل پڑی۔ جہاں شام میں احمد سویا ہوا تھا وہ جگہ اب کھلی تھی۔ جھنجھلاہٹ غصہ دباتے ہوئے اس نے جلدی سے بیڈ شیٹ بدلی۔ وہ تو شکر تھا کہ گدے پر سے اس نے پلاسٹک اب تک نہیں ہٹایا تھا۔ ان کے سامنے وہ کچھ بول تو نہیں پائی تھی لیکن اندر ہی اندر کڑھتی رہتی تھی۔ اپنے کمرے سے نکل کر وہ بچوں کے کمرے میں آئی جہاں بیڈ پر اس کی نئی نویلی ساڑھی اور جیوری بے ترتیب پڑی تھی۔ بچے اس پر لوٹ پوٹ ہو رہے تھے۔ آپا منہ تو لیے سے

پوچھتے اس کی جانب پلٹیں۔

”یہ کپڑے سمیٹ لینا، انور آ رہے ہیں مجھے لینے، خود سیمٹوں کی تودیر ہو جائے گی۔ کچھ سالن والن بنایا ہو تو دے دینا۔ کمر میں عجیب سا دروازہ رکھا ہے۔ اب کیا گھر جا کر لکڑی کی۔“
بچوں کو کپڑے بدلوانے وہ اطمینان سے بول رہی تھیں۔

”تمہاری کوکنگ کی انور ویسے ہی بڑی تعریف کرتے ہیں۔“
ان کی بات پر غصہ کنٹرول کرتے وہ بدوقت مسکرائی۔

”آپا! وہ احمد نے بیڈ شیٹ خراب کر دی، جیمیر پر سادستیں تو سچ رہتا۔ کیمبل بھی گیلیا ہو گیا ہے۔“
کمرے میں بکھری چڑوں کو کو دیکھ کر اس کا سر گھوم رہا تھا۔ ان پر بے شادی کی ٹھکن۔
”تمہارے شوہر جیسے شوہر ہوتا تو ہمیشہ پہنتا، ہمیں تو کنگل مل گئے۔“ ان کی بات پر اس نے دل ہی دل میں استغفار کیا۔

”آپا، جیمیر نہیں تھا تو بیڈ پر نہیں لانا تیں، بچوں کا تو کوئی محرومان نہیں ہوتا۔“
آج پہلی بار ایمین نے بھی ڈرتے ڈرتے شکایت کر ڈالی۔

”ارے تم مجھے کچھ نہ سکھاؤ آج کل کی ہو، جب تم یہ ناز خڑے ہیں ہم سے پوچھو کن حالات سے گزر رہے ہیں۔“

بولتے بولتے وہ کمرے کے کونے میں رکھے صوفے پر بیٹھیں۔

وہ وہاں بیٹھی ہی تھیں کہ ایمین کی جان پر بن آئی۔ کل جو اس نے شاپنگ کی تھی۔ وہ بیگز ہادی اور حلیمہ سے چھاننے کے لیے چادر سے ڈھک دیے تھے۔ اب اگر آپا وہ دیکھ لیں تو نیا مہر کہہ سکتا تھا۔
”احمد! آپا احمد کو آواز دینے لگیں۔ تب ہی اچانک بیگز پر سے چادر پھسل کر نیچے گری۔ جس چیز سے وہ ڈر رہی تھی وہی ہوا۔“

”کیا ہے۔“
”جائے وہاں لانا، اندر سے نئے برائڈز کے دو انہوں سے انہیں لانا، اندر سے نئے برائڈز کے دو انہوں سے انہیں لانا، اندر سے نئے برائڈز کے دو انہوں سے انہیں لانا۔“
”ارے یہ لیے ہیں تم نے۔“ لہجہ حیرانی لیے

ہوا تھا۔ ”کل مٹی تھی مال تو لے لیے تھے۔ گرمیاں آ رہی ہیں تو ابھی پر اسٹر ٹھیک تھے۔“
”تم مجھ سے یہ بیگز؟“ اب وہ باقی بیگز کھنگال رہی تھیں۔

”نہیں آپا کیسی باتیں کر رہی ہیں میں تو بچوں سے چھانے ہوئے تھی۔ بچے کپڑے دیکھ لیں تو اسی وقت بچنے کی ضد کرتے ہیں۔“

”ارے بس بس۔۔۔۔۔ تم نے بھی بے وقوف سمجھ لیا مجھے۔ دکھانا ہوتا تو دکھا نہیں دیتیں پہلے، میں وجدان نہیں ہوں کہ تمہاری باتوں میں آ جاؤں گی۔“
بیگز صوفے پر جھپٹتے وہ اٹھ کھڑی ہوئیں۔

”میں یہاں تم لوگوں کی محبت میں آتی ہوں اور تم مجھ سے ہی چیزیں چھپائے پھرتی ہو۔“ انہیں تو جیسے بہانا چاہیے تھا۔

”میرا فون کہاں گیا۔“ ادھر ادھر ہاتھ مارتے وہ فون ڈھونڈنے لگیں۔ وہ اس نئی افتاد پر ہکا بکا کھڑی تھی، ایک دم ہوش میں آئی۔

”جیمیں آپا، یہ کیا کہہ رہی ہیں۔ میں کیوں آپ سے کچھ چھپاؤں گی آپ تو میرے لیے بڑی بہنوں جیسی ہیں۔ ان کا ہاتھ تھاما تو انہوں نے جھپٹنے سے پرے ہٹایا۔“

اسے اندازہ نہیں تھا کہ وہ اسے اتنا غلط سمجھ لیں گی۔

”وجدان جان دیتا ہے مجھ پر، میں اگر اس سے کہوں کہ بیوی کو چھوڑ دو تو وہ ایک منٹ نہیں لگائے گا۔ ایسا کرنے میں۔“

”خدا کا خوف کریں یہ کیسی باتیں کر رہی ہیں آپا۔“

”آپ۔۔۔۔۔“
ان کی بات پر اسے دھچکا لگا تھا۔ اس کی اچھائی

”کیا ہے۔“
”جائے وہاں لانا، اندر سے نئے برائڈز کے دو انہوں سے انہیں لانا، اندر سے نئے برائڈز کے دو انہوں سے انہیں لانا۔“
”ارے یہ لیے ہیں تم نے۔“ لہجہ حیرانی لیے

ہوا تھا۔ ”کل مٹی تھی مال تو لے لیے تھے۔ گرمیاں آ رہی ہیں تو ابھی پر اسٹر ٹھیک تھے۔“
”تم مجھ سے یہ بیگز؟“ اب وہ باقی بیگز کھنگال رہی تھیں۔

”نہیں آپا کیسی باتیں کر رہی ہیں میں تو بچوں سے چھانے ہوئے تھی۔ بچے کپڑے دیکھ لیں تو اسی وقت بچنے کی ضد کرتے ہیں۔“

”ارے بس بس۔۔۔۔۔ تم نے بھی بے وقوف سمجھ لیا مجھے۔ دکھانا ہوتا تو دکھا نہیں دیتیں پہلے، میں وجدان نہیں ہوں کہ تمہاری باتوں میں آ جاؤں گی۔“
بیگز صوفے پر جھپٹتے وہ اٹھ کھڑی ہوئیں۔

”میں یہاں تم لوگوں کی محبت میں آتی ہوں اور تم مجھ سے ہی چیزیں چھپائے پھرتی ہو۔“ انہیں تو جیسے بہانا چاہیے تھا۔

”میرا فون کہاں گیا۔“ ادھر ادھر ہاتھ مارتے وہ فون ڈھونڈنے لگیں۔ وہ اس نئی افتاد پر ہکا بکا کھڑی تھی، ایک دم ہوش میں آئی۔

”جیمیں آپا، یہ کیا کہہ رہی ہیں۔ میں کیوں آپ سے کچھ چھپاؤں گی آپ تو میرے لیے بڑی بہنوں جیسی ہیں۔ ان کا ہاتھ تھاما تو انہوں نے جھپٹنے سے پرے ہٹایا۔“

اسے اندازہ نہیں تھا کہ وہ اسے اتنا غلط سمجھ لیں گی۔

”وجدان جان دیتا ہے مجھ پر، میں اگر اس سے کہوں کہ بیوی کو چھوڑ دو تو وہ ایک منٹ نہیں لگائے گا۔ ایسا کرنے میں۔“

”خدا کا خوف کریں یہ کیسی باتیں کر رہی ہیں آپا۔“

”آپ۔۔۔۔۔“
ان کی بات پر اسے دھچکا لگا تھا۔ اس کی اچھائی

دیا تو رابعہ اس کے لہجے کی اداسی کو فوراً بھانپ گئی۔
بچپن کی ٹیبلٹی تھی۔ ایک دوسرے کی رگ رگ سے
واقف وہ ایک دوسرے کی ہم راز بھی تھیں۔ اس کے
اصرار کرنے پر اس نے سارا معاملہ اس کے گوش گزار
دیا۔

”رابعہ! میں نے کبھی ان کو ہرٹ کرنے کا سوچا
بھی نہیں تھا۔ آپا کی بہت سی باتیں مجھے بری لگتی تھیں
لیکن میں نے آج تک ان سے کوئی ایسی بات نہیں
کہی کہ جس سے ان کی دل آزاری ہو۔ ماں جو کہتی
تھیں وہ غلط تھا کسی کے لیے مٹی میں دل جاؤ تب بھی
انہیں کچھ نہ کچھ بے عزت کرنے کے لیے مل ہی جاتا
ہے۔“

بھنگی آواز میں کہتے اس نے کندھوں پر پھیلی
شال کو اپنے گرد تھوڑا اور پھیلایا۔
”ایمن! ماؤں کی یہ باتیں غلط نہیں ہوتیں۔
سسرال والوں کے دل میں جگہ بنانا بڑا جان جو کھوں
کا کام ہے۔ بہت کچھ برداشت کرنا پڑتا ہے۔“
سنائے میں رابعہ کی آواز فون سے باہر آرہی
تھی۔

”یہ ساری باتیں اپنی جگہ بالکل صحیح ہیں۔ بس
بات اتنی سی ہے کہ لوگ ان باتوں سے لاعلم ہیں کہ کیا
چیز ان کی عزت دوسروں کے دل میں گھٹا سکتی ہے۔
سسرال میں بہت سے لوگ اپنی پوزیشن کا بہت غلط
استعمال کرتے ہیں۔ چاہے وہ ساس کی صورت ہو،
نند، بھابھی، یا کوئی بھی رشتہ ہو۔“

”لیکن، رابعہ ان رشتوں نے شادی جیسے خوب
صورت رشتے کی تذلیل کر دی ہے۔“ ایمن نے
سانس بھرتے ہوئے اس کی بات کاٹی۔
”بہت کم ہوتے ہیں ایسے گھرانے جو کسی کی
اچھائی کا بدلہ اچھائی میں دیتے ہیں۔“

ایمن کا لہجہ اداس تھا، اس کا دل آج جس طرح
دکھتا تھا۔ وہ ہر چیز سے مایوس ہو چکی تھی۔
”یار! اصل بات یہ ہے کیا ہے۔ یہ قصبتیں سب
کو کی جاتی ہیں کہ سب کی عزت کرنی ہے۔ سب کو

خوش کرنا ہے لیکن یہ بات کوئی نہیں سمجھتا کہ اس
سب میں اپنی ذات کو کہاں رکھنا ہے۔ اپنی عزت کو
کو دوسروں کے قدموں تلے روندنے سے کیسے
بچانا ہے۔ ایک لڑکی کو کم از کم اتنا علم ہونا چاہیے کہ
اسے کس رشتے کو کس حد تک اہمیت دینا ہے۔

”اگر کوئی بارڈر لائن نہیں ہوگی تو سامنے والا
آپ پر چڑھائی تو کرے گا نا۔“
”ہاں شاید میں نے یہی چیز نظر انداز کر دی
ہے۔“ وہ گویا ہوئی۔

”میں نے شادی کی خوشی کو صرف دوسروں کی
خوشی سے جوڑ دیا۔ اپنی ذات کی اہمیت کو میں بھول ہی
گئی۔“

رابعہ کی باتوں نے اسے ایک نئے سرے پر کھڑا
کر دیا تھا۔

وہ دونوں کچھ دیر ایک دوسرے سے دل کا حال
احوال کہتی رہیں۔ اس کا دل رابعہ سے بات کر کے
تھوڑا ہلکا ہو چکا تھا۔ ٹھنڈی ہوا سسراتے ہوئے اس
کے پاس سے گزری۔ وہ اب مطمئن تھی۔ اس نے
جان لیا تھا کہ جب تک انسان اپنی ذات کی خود قدر
نہیں کرتا دوسرے بھی نہیں کر سکتے۔ اپنی ذات کی نفی
کر کے کسی کو حد درجہ عزت دینا انہیں آسان پر پہنچا
دیتا ہے۔ جتنا اہم عزت کرتا ہے، اتنا ہی عزت
کروانا بھی ہے۔

اسے یقین تھا کہ اس کی اچھائی کو مدیحہ آپا نظر
انداز کر گئیں۔ لیکن وجدان نظر انداز نہیں کر سکتے۔ یہ
سوچ کر اس نے آسمان پر روشنی پھیلاتے، چاند کو
دیکھا اور ایک مطمئن سی مسکراہٹ اس کے لبوں پر
پھیل گئی۔

☆☆